علمی و تحقیقی مجلہ "محاکمہ" یونیورسٹی آف سیالکوٹ

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

ڈاکٹر گل احمد، ماہر مضمون اردو، گورنمنٹ مسلم ہائیر سکنڈری سکول نمبر 1، سید پور روڈ، راول پنڈی

"مدوجزر اسلام": عصری معنویت اور اثرات

Madojazar E Islam: Contemporary Significance and Influence

Dr Gul Ahmad, SSMHSS-1,Said Pur, Rawalpindi

Abstract

Maulana Altaf Hussain Hali was a genius of Urdu literature who introduced innovation to Urdu literature. He first became a disciple of Ghalib and then Shaifta. After that he joined Punjab Book Depot and through this job, he became aware of western thought. He took over the literary front of the Sir Syed movement Maulana Altaf Hussain Hali worked in different dimensions of Urdu literature and got achievements. One of these achievements is his masterpiece "Musaddas e Hali". Where it is an elegy of the Muslim nation, on the other hand, it is the rhymed history of Islam in which Hali has analyzed Pre Islamic, Early Islamic and Post Islamic period quite compassionately. His craft has transformed the Musaddas into a sublime poem. This is the reason that even today we feel that it encompasses the current age as well. Contemporary effectiveness of Musaddas e Hali and its influences on Urdu poetry are discussed in this thesis.

Keywords: Madojazar E Islam, Significance, Influence, Masterpiece, Current age, poetry.

کلیدی الفاظ: مدوجزر اسلام، مسدس، معنویت، اثرات

مولانا الطاف حسین حالیؔ نے ایک ایسے دور میں جنم لیا جب مسلمانانِ برعظیم پر غلامی کے سائے گہرے ہو چکے تھے اور آخر کار ۱۸۵۷ء میں یہ سائے غلامی کی زنجیروں میں تبدیل ہو گئے۔ ایک شان دار سلطنت کی شان و شوکت سے محرومی اور غلامی میں کسمپرسی کی زندگی بسر کرنا ایک اذیت ناک مرحلہ تھا۔ دور دور تک امید کا کوئی دِیا دکھائی نہ دیتا تھا۔ دوسری طرف ہندو انگریزوں سے پینگیں بڑھا کر اقتدار میں شریک ہو گئے اور بہت ساری مراعات حاصل کر لیں۔ ان حالات میں مسلمانانِ برعظیم مایوسی کی اس انتہا تک جا پہنچے جہاں خارجی دنیا سے قطع تعلق کر لینا ہی واحد مداوا نظر آتا ہے۔ حالات کا بہ غور جائزہ لینے کے بعد ایک مصلح سامنے آتا ہے جو علم کی صورت میں امید کا ایک چراغ جلاتا ہے۔ یہ شخصیت سر سید احمد خان کی ہے۔ سر سید کی اس آواز پر لبیک کہتے ہوئے

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

مسلم قوم میں تھوڑی بیداری کے اثرات نمایاں ہوتے ہیں لیکن اقتدار سے محروم قوم کی اکثریت ابھی فاتح قوم کے قائم کیے گئے اداروں میں جاری تعلیم کو اپنی تہذیب، تمدن اور ثقافت کے منافی گردانتے ہوئے گریزاں نظر آتی ہے۔اس لیے ابھی علی گڑھ کالج وجود میں ہی نہیں آیا تو علما کی طرف سے مخالفت شروع ہوگئی۔حالات کا بہ غور جائزہ لینے کے بعد سرسید احمد خان اپنی قوم کا اعتماد بحال کرنے کے لیے مخلص دوستوں کی ایک ٹیم تشکیل دیتے ہیں تاکہ زندگی کے ہر شعبے میں مسلمانان برعظیم کو تعلیمی انقلاب کے ذریعے نئے حالات کے مطابق ڈھالا جاسکے۔اس کے لیے سرسید کی نگاہ انتخاب محسن الملک، وقار الملک، مولانا سمیع اللہ خان، مولانا الطاف حسین حالی اور دیگر روشن خیال شخصیات پر پڑتی ہے۔سرسید نے اپنی دورس نگاہوں سے جن شخصیات کا انتخاب کیا؛انھوں نے سرسید کی منزل اور متعین راستے کے حصول کے لیے پوری تندہی سے کام کیا۔ادبی محاذ مولانا الطاف حسین حالیؔ نے سنبھالا۔حالیؔ نے اس محاذ پر سرسید تحریک کے مقاصد کو عملی جامہ پہنانے میں بھرپور سرگرمی دکھائی۔قوم کی اصلاح اور نئے حالات کے مطابق ڈھالنا سرسید اور حالیؔ دونوں کا مطمع نظر تھا۔بعض معاملات میں ان دونوں شخصیات کی آرا ایک دوسرے سے مختلف بھی تھیں مگر جمہوری انداز میں ایک دوسرے کی رائے کا احترام جاری وساری رہا۔سرسید کے مذہبی خیالات روشن خیالی اور انگریزوں کی تقلید میں اتنے "وسیع" ہوگئے تھے جس سے اتفاق کرنا ناممکن امر تھا۔حالیؔ نے بھی ان سے اتفاق نہیں کیا۔اس کے علاوہ عورتوں کی تعلیم کے بارے میں سرسید کا نقطہ نظر حالیؔ سے مختلف تھا۔حالیؔ ان کی تعلیم کے حامی تھے جب کہ سرسید اس کو مناسب نہیں خیال کرتے تھے۔بہرحال اختلاف واشتراک کے باہمی رشتے اتنے مضبوط تھے کہ دونوں کی ایک دوسرے سے وابستگی کبھی حائل نہیں ہوئی۔

خواجہ حالیؔ نے ۱۸۳۷ء کو پانی پت میں آنکھ کھولی۔۱۸۴۶ء میں والد کی وفات کے بعد باقاعدہ تعلیم کا سلسلہ جاری نہ رکھ سکے۔۱۸۵۴ء میں ان کی شادی ہوئی۔شادی کے کچھ عرصہ بعد تعلیم کے حصول کے لیے دہلی گئے اور مدرسہ حسین بخش میں داخل ہوئے۔وہاں مولانا نوازش علی سے کچھ صرف ونحو اور کچھ منطق کی کتابیں پڑھیں۔اسی زمانے میں مولانا فیض الحسن سہارن پوری اور مولانا امیر احمد سے عربی اور سید نذیر حسین محدث دہلوی سے حدیث پڑھی۔ساتھ ساتھ مرزا غالبؔ کے ہاں آنا جانا شروع کر دیا اور اپنی شعری کاوشیں ان کو دکھانا شروع کر دیں۔غالبؔ نے ان کو شاعری کی مزید ترغیب دلائی۔۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے دوران واپس پانی پت آگئے اور یہاں قاری عبدالرحمن پانی پتی(۱۸۱۱ء۔۱۸۹۶ء)، ،مولانا محب اللہ(م:۱۸۶۷ء) اور مولانا قلندر علی(م:۱۸۷۶ء) سے بے قاعدہ منطق، فلسفہ، حدیث اور تفسیر کا علم حاصل کیا اور خود مطالعے کی عادت بھی ڈالے رکھی۔۱۸۶۱ء میں نواب مصطفےٰ خاں شیفتہؔ کے بچوں کے اتالیق مقرر ہوئے۔ساتھ شاعری کا مذاق بھی اس صحبت کے باعث چمک اٹھا۔شیفتہؔ کے

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

اثرات کا تذکرہ کرتے ہوئے حالی خود رقم طراز ہیں: کہ مرزا (غالب) کے مشورے واصلاح سے مجھے کوئی خاص فائدہ حاصل نہ ہوا۔ البتہ نواب مصطفٰے خاں شیفتہؔ صاحب مرحوم کی صحبت سے یہ فائدہ ہوا کہ میں مبالغے سے بے زار ہو گیا اور سادگی کی چاٹ لگ گئی اور میرا ایک خاص مزاج بن گیا(۱)

شیفتہؔ کی وفات کے بعد حالی لاہور آ گئے جہاں انھیں پنجاب بک ڈپو میں نائب مترجم کی ملازمت مل گئی۔ اس ملازمت میں ان کی ذمہ داری انگریزی کتب کے اردو تراجم کی درستی کرنا تھا۔ جس کا فائدہ انھیں یہ ہوا کہ ان کی رسائی بالواسطہ انگریزی ادب، اس کے موضوعات اور ان کے خیالات سے ہوئی۔ ساتھ ہی حالیؔ نے مولانا محمد حسین آزادؔ اور کرنل ہالرائیڈ سے مل کر انجمن پنجاب کے پلیٹ فارم سے اردو شاعری کی روایت میں ایک نیا اضافہ "مناظموں" کی صورت میں کیا۔ ان دو عوامل سے حالیؔ کی سوچ میں کیا تبدیلی آئی؟ اس کا تذکرہ کرتے ہوئے حالیؔ خود کہتے ہیں:

> "اس سے انگریزی لٹریچر کے ساتھ فی الجملہ مناسبت پیدا ہو گئی اور نامعلوم طور پر آہستہ آہستہ مشرقی لٹریچر اور خاص کر عام فارسی لٹریچر کی وقعت دل سے کم ہونے لگی"(۲)

قیامِ لاہور کی ایک اور دَین سرسید تحریک سے وابستگی بھی ہے۔ پنجاب بک ڈپو کی ملازمت، انجمن پنجاب سے وابستگی اور سرسید تحریک کے ایک پرجوش فرد بن کر حالیؔ نے شعر وادب کی اصلاح کا فیصلہ کیا اور سرسید احمد خان کے خیالات کو تصنیف و تالیف کے ذریعے پیش کرنے میں بھرپور سرگرمی دکھائی۔(۳) مولانا الطاف حسین حالیؔ نے ادبی میدان میں مختلف جہات میں کام کیا۔ لاہور آنے سے قبل انھوں نے ۱۸۶۴ء سے ۱۸۶۹ء کے درمیانی عرصے میں اس وقت کے مزاج کے مطابق ایک رسالہ "مولود شریف" تحریر کیا جو ۱۹۲۳ء میں پہلی بار شائع ہوا۔ ۱۸۶۷ء میں حالی کے ایک ہم وطن مرتد پادری عمادالدین نے ایک کتاب "تحقیق الایمان" تحریر کی جس کا جواب حالیؔ نے "تریاق مسموم" کے نام سے دیا۔ ۱۸۷۱ء میں اسی پادری کی دوسری کتاب "تاریخ محمدی" سامنے آئی تو حالیؔ نے اس کا جواب "تاریخ محمدی پر منصفانہ رائے" کے نام سے دیا۔ ۱۸۷۲ء میں حالیؔ نے ایک اور کتاب "شواہد الالہام" تحریر کی جس میں عقلی دلائل سے نبوت اور الہام کی ضرورت کو ثابت کیا گیا تھا۔ ان تمام نثری کاوشوں میں مناظرانہ رنگ موجود ہے جو حالیؔ کے دینی شعور کی غمازی کرتا ہے۔ اس کے علاوہ مسدس مدوجزر اسلام، مقدمہ شعر وشاعری، حیات سعدی، یادگار غالب اور حیات جاوید بھی انھی کی یادگار ہیں۔ ان تمام نثری اور شاعرانہ تصانیف میں مذہب ایک بنیادی جذبہ بن کر سامنے آتا

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

ہے۔اس کے علاوہ شاعری کے میدان میں بھی حالیؔ کا قلم مسلسل حرکت میں رہا۔ملک وملت کی اصلاح اور فلاح وبہبود کے لیے کئی شاہ کار نظمیں تخلیق کیں۔پہلی بار اردو میں باقاعدہ تنقید کا ایک منضبط نظام پیش کیا اور ساتھ ہی عملی تنقید کے نمونے بھی پیش کیے۔سرسید نے حالیؔ کی شاعرانہ کاوشوں کو دیکھتے ہوئے ۱۸۷۸ء میں حالیؔ سے فرمائش کی:

> "افسوس ہے کہ اندلس پر تو رونے والے بھی تھے مگر ہمارا زمانہ ایسا ہے کہ ہماری قوم کی ابتر حالت پر کوئی رونے والا بھی نہیں۔للہ اپنی قوم کے حال پر روؤ اور قوم کی جو تباہ حالت ہے اس پر مثل قرطبی کے ایک مرثیہ لکھ دو۔(۴)"

حالیؔ نے اس آواز پر لبیک کہی اور ۱۸۷۹ء میں ایک طویل نظم "مدوجزر اسلام" تخلیق کی۔اس نظم میں آپ نے مسلمانانِ عالم کے عروج وزوال کو پُر درد اسلوب میں رقم کیا۔یہ نظم چوں کہ مسلمانانِ برعظیم کے دل کی آواز تھی؛اس لیے پورے ہندوستان میں اس نظم کے نے ایک حشر بپا کر دیا۔تاثیر میں ڈوبی ہوئی اس نظم نے جہاں مسلمانانِ برصغیر کو بیدار کرنے اور ان میں غیرتِ ایمانی اور حمیتِ قومی کا احساس اُبھارنے میں اہم کردار ادا کیا وہاں عوامی حلقوں میں بھی یہ نظم مقبول و معروف رہی۔نجی مجالس، محافل، مساجد، جلسوں، مدارس اور گھروں میں مدوجزر اسلام کے بند پڑھے اور گائے جانے لگے۔حالیؔ نے سرسید کو ایک نسخہ بھیجا تو سرسید نے جواباً اپنے مکتوب میں لکھا؛

> "بے شک میں اس کا محرک ہوا اور اس کو میں اپنے ان اعمال حسنہ میں سے سمجھتا ہوں کہ جب خدا پوچھے گا کہ تو کیا لایا ہے؟ تو میں کہوں گا کہ حالیؔ سے مسدس لکھوا لایا ہوں اور کچھ نہیں۔"(۵)

حالیؔ نے "مدوجزر اسلام" میں مسلمانوں کے شان دار ماضی کو دکھا کر "حال" کی اصلاح کی کوشش کی اور روشن مستقبل کی بھی نوید سنا دیا۔"مسدس حالی" کی اشاعت نے قومی شاعری کے رُجحان کو تحریک میں بدل دیا اور ساتھ ہی اس کتاب نے مسلمان قوم کے لیے بانگِ جرس کا کام کیا کہ وہ اٹھیں اور آمادہ کار ہوں۔رام بابو سکسینہ مسدّس کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "یہ ایک الہامی کتاب ہے اور اس کو تاریخ ارتقا ادب اردو میں ایک سنگ نشان سمجھنا چاہیے۔یہ ایک نیا تارہ ہے جو اردو کے افق شاعری پر طلوع ہوا۔اس سے ہندوستان میں قومی اور وطنی نظموں کی بنیاد پڑی۔"(۶)

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

اس نظم کی تخلیق میں حالیؔ کا خونِ جگر شامل ہے جس کی وجہ سے اس میں جوش کی فراوانی ہے اور صداقت اس کا مرکزی دھارا۔ اس کی روانی اور تسلسل اپنی مثال آپ ہے:

گھٹا سر پہ ادبار کی چھا رہی ہے فلاکت سماں اپنا دکھلا رہی ہے

نحوست پس و پیش منڈلا رہی ہے چپ و راست سے یہ صدا آ رہی ہے

کہ کل کون تھے؟ آج کیا ہو گئے تم

ابھی جاگتے تھے، ابھی سو گئے تم

یہ اس قوم غافل کی غفلت وہی ہے تنزل پہ اپنے قناعت وہی ہے

ملے خاک میں پر رعونت وہی ہے ہوئی صبح اور خواب راحت وہی ہے

نہ افسوس انھیں اپنی ذلّت پہ ہے کچھ

نہ رشک اور قوموں کی عزت پہ ہے کچھ (۷)

مسدس میں حالیؔ نے ابتدائی چند بند تمہید کے لکھے ہیں اور اس کے بعد ظہورِ اسلام سے قبل عرب معاشرے کے ناگفتہ بہ حالات کا نقشہ کھینچا ہے؛ جسے دورِ جاہلیت کہا جاتا ہے۔ کہیں کوئی آگ کی پوجا کر رہا تھا؛ تو کوئی ستاروں کے آگے سجدہ ریز تھا؛ کوئی تثلیث کے ابہام میں مدہوش تھا تو کوئی بتوں سے بخشش کی امید لگائے بیٹھا تھا۔ اس پورے منظر نامے کو حالیؔ نے اس خوبی سے نظم کیا ہے کہ معلوم ہوتا ہے جیسے قاری ان تمام خرافات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ حالیؔ چوں کہ مقصدی شاعری کے نظریے پر عمل پیرا تھے؛ اس لیے ان کی نظم شاعرانہ چٹخارے سے مبرا ہے۔ اس کے علاوہ سادگی اور سلاست سے تمام مناظر کو اس خوبی اور ہنرمندی سے کینوس پر اتارا ہے کہ قاری کا ذہن لغت کے بکھیڑوں میں الجھنے سے محفوظ رہتا ہے۔ مثلاً

کہیں آگ پجتی تھی واں بے محابا کہیں تھا کواکب پرستی کا چرچا

بہت سے تھے تثلیث پر دل سے شیدا بتوں کا عمل سو بسو جا بجا تھا

کرشموں کا راہب کے تھا صید کوئی

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

طلسموں میں کاہن کے تھا قید کوئی

قبیلے قبیلے کا ایک بت جدا تھا　　کسی کا ہبل تھا کسی کا صفا تھا

یہ عزا پہ وہ نائلے پر فدا تھا　　اسی طرح گھر گھر نیا اک خدا تھا

نہاں ابرِ ظلمت میں تھا مہرِ انور

اندھیرا تھا فاران کی چوٹیوں پر(۸)

مندرجہ بالا اشعار میں حالیؔ نے اس دور کے مذہبی اعتقادات کو موضوع بنایا اور ان کے کفر و شرک کے مختلف عقائد کی تصویر کشی کی ہے۔ حالیؔ نے مسدس میں صرف مذہبی پہلوؤں کو فوکس نہیں کیا بل کہ اس دور کی سماجی، تمدنی اور معاشرتی رویوں کو بھی الفاظ کا روپ عطا کیا ہے۔ جس سے اس پورے عرب معاشرے کی ایک حقیقی تصویر سامنے آتی ہے۔ کہتے ہیں:

وہ بکر اور تغلب کی باہم لڑائی　　صدی جس میں آدھی انھوں نے گنوائی

قبیلوں کی کر دی تھی جس نے صفائی　　تھی اک آگ ہر سو عرب میں لگائی

نہ جھگڑا کوئی ملک و دولت کا تھا وہ

کرشمہ اک ان کی جہالت کا تھا وہ

کہیں تھا مویشی چرانے پہ جھگڑا　　کہیں پہلے گھوڑا بڑھانے پہ جھگڑا

لبِ جُو کہیں آنے جانے پہ جھگڑا　　کہیں پانی پینے پلانے پہ جھگڑا

یونہیں روز ہوتی تھی تکرار ان میں

یونہیں چلتی رہتی تھی تلوار ان میں(۹)

جاہلیت کے اس دور کے معاشرے کی درست تصویر کشی کرنے کے بعد حالیؔ نے کوکبِ اسلام کے طلوع ہونے اور سرکار دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تبلیغی سرگرمیوں سے عرب سرزمین جب انقلاب آشنا ہوئی تو اس پوری منظر نامے کو بھی حالیؔ نے شاعرانہ ہنرمندی سے پیش کیا ہے؛ کہتے ہیں:

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

مس خام کو جس نے کندن بنایا　　کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا

عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا　　پلٹ دی بس اک آن میں اس کی کایا

رہا ڈر نہ بیڑے کو موجِ بلا کا

اِدھر سے اُدھر پھر گیا رخ ہوا کا(۱۰)

حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کے بعد عرب کا یہ نخلستان توحید کے برگ و گل سے مہک اٹھا اور ایک قلیل عرصے میں اسلام کی وسعت دنیا کے تین براعظموں تک پھیل گئیں۔ ہر عروج کو زوال لازم ہے۔ اس عروج کے بعد فرزندانِ توحید بھی آئینِ جہان بانی فراموش کر بیٹھے۔ جس کا نتیجہ یقیناً تنزلی کی صورت میں برآمد ہونا تھا۔ یہی ہوا اور امت مسلمہ زوال پذیر ہوئی جس کے اسباب کا تذکرہ کرتے ہوئے حالیؔ کہتے ہیں:

کسی قوم کا جب الٹتا ہے دفتر　　تو ہوتے ہیں مسخ ان میں پہلے تو انگر

کمال ان میں رہتے ہیں باقی نہ جوہر　　نہ عقل ان کی ہادی، نہ دیں ان کا رہبر

نہ دنیا میں ذلت نہ عزت کی پروا

نہ عقبیٰ میں دوزخ نہ جنت کی پروا(۱۱)

حالیؔ کا اسلوب یہ ہے کہ وہ قوم کی پست حالی کا ایک زاویہ ہمارے سامنے لاتے ہیں؛ پھر عروج ماضی کی جیتی جاگتی تصاویر کھینچتے ہیں اور قوم و ملت کو پستی سے نکال کر اسے پھر ترقی کے مدارج طے کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ اس طریقے سے حالیؔ مایوسی سے امید کی طرف لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کا یہ اسلوب قوم و ملت کو تازگی عطا کرتا ہے اور جادہ منزل کی طرف گامزن کرنے کا باعث بنتا ہے۔ جس طرح افسانوی ادب میں نشیب و فراز آتے ہیں؛ بالکل اسی طرح حالیؔ نے اس کو افسانوی رنگ دینے کی کوشش کی ہے مگر تخیلاتی فضا تخلیق نہیں کی بل کہ حقیقت نگاری کو سامنے رکھا ہے جس کی وجہ سے اس کا تاثر جزوقتی نہیں بل کہ دائمی رہتا ہے۔

"مدوجزرِ اسلام" چوں کہ اسلام کے عروج و زوال کی ایک منظوم داستان ہے۔ اس لیے اس داستان میں حالیؔ نے سائنسی اندازِ فکر اپناتے ہوئے ماضی، حال اور مستقبل کا منطقیانہ تجزیہ کیا ہے۔ حالیؔ کا یہ انداز ان کے اپنے زمانے میں بالکل نیا اور اچھوتا تھا؛

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

معین احسن جذبی کہتے ہیں کہ حالیؔ اپنے زمانے کی حقیقت کو کھوجنے میں تاریخی، معاشی اور طبعی حالات سے مدد لیتے ہیں۔ سائنسی تجزیہ کاری کا یہ انداز آج تو ایک عام رویہ بن چکا ہے لیکن حالیؔ کے زمانے میں یہ طریقۂ کار ناپید تھا۔ وہ مستقبل کے لیے حال کا تجزیہ، ماضی کی روشنی میں کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اقتصادی اور طبعی پہلوؤں کو بھی نظر انداز نہیں کرتے۔(۱۲) حالیؔ نے چوں کہ یہ قومی مرثیہ سائنسی انداز میں لکھا تھا۔ اس لیے اس کا مجموعی تاثر رونے دھونے سے عبارت ہے۔ اس لیے بعض اکابرین نے حالیؔ کو اس طرف توجہ دلائی کہ وہ اس میں کچھ ایسے اشعار شامل کریں جن میں امید، عمل اور کچھ کر گزرنے کا عنصر موجود ہو۔ حالیؔ کو اس بات کا احساس تھا؛ اس لیے حالیؔ نے ۱۸۸۶ء میں ایک ضمیمہ بھی اس میں شامل کیا جس میں قوم کو ہمت دلائی اور ان کو روبہ عمل کرنے پر ابھارا۔

تھوڑے ہی عرصے میں اس نظم نے قبولیت اور شہرت کا وہ درجہ حاصل کر لیا جو اردو زبان میں بل کہ ہندوستان کی کسی زبان میں کسی دوسری نظم کو حاصل نہیں ہوا۔ اسی نظم سے اردو میں ملی شاعری کا آغاز ہوا۔ شعرا نے اردو اور دیگر زبانوں میں قومی شاعری کے ذریعے عوام میں بیداری پیدا کرنے کی کوششوں کا آغاز ہوا۔ اس نظم نے جہاں مسلمانانِ برصغیر کو جھنجھوڑنے اور جگانے کا کام کیا؛ وہاں شعرا اور علما کو اس نظم پر شدید نوعیت کے اعتراضات بھی تھے۔ اس لیے اس مسدس پر تنقید بھی ہوئی اور اس کے جواب میں کئی شعرا نے مسدس لکھے جو حالیؔ کے اثرات کا ثبوت ہیں۔ جن میں سے چند ایک کا ذکر ذیل میں کیا گیا ہے:

مولوی سلیم الدین تسلیم جے پوری نے ایک مسدس "حدیقۃ المذہب / عروج النظم" ہے جس کا سنِ اشاعت ۱۸۸۷ء ہے۔ ۱۹۰۶ء میں غلام حضرت خاں کی ایک مسدس "مسدس حاذق" اشاعت پذیر ہوئی۔ "مسدس لطیف" کے نام سے ۱۹۳۶ء میں مولانا عبدالطیف سونی پانی پتی نے ایک طویل نظم لکھی جس میں تہذیب مغرب کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ "مسدس خیالی" کے تخلیق کار مولانا فخر الدین خیالی ہیں۔ یہ مسدس قومی پریس لکھنو سے شائع ہوئی جس پر سن اشاعت درج نہ ہے۔ مرزا حیرت دہلوی نے "مسدس بہ رد مولوی حالی" لکھی جس کا سن اشاعت بھی نامعلوم ہے۔ "مسدس خالی" لکھنو کے اخبار اودھ پنچ کے ۳۔ اکتوبر ۱۹۰۱ء والے شمارے میں شائع ہوئی۔ مولوی محمد اکرام اللہ نے ۱۸۹۵ء میں ایک نظم "مسدس خستہ" تحریر کی۔ منشی تہور علی بدایونی نے ۱۸۹۹ء میں ایک نظم موسوم بہ "مسدس علوی" لکھی جس میں اسلوبِ حالی کا تتبع کرتے ہوئے ایک مدرسے کی تعمیر کے سلسلے میں تعاون کی اپیل کی گئی ہے۔ ۱۹۱۰ء میں سید افضل حسین ثابتؔ لکھنوی نے مسدسِ میلاد تخلیق کی جو سٹیم پریس لاہور سے شائع

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

ہوئی۔ ۱۹۱۶ء میں شاہ احمد حسین نے انگریزوں کی مدح میں ایک نظم "مسدس احمد" تحریر کی۔ "مسدس نعمت" مولوی نعمت اللہ امروہی کی کاوش ہے جو مذہبی نوعیت کی نظم ہے اور ۱۹۲۰ء میں شائع ہوئی۔ دیورام نے "مسدس کوثری" کے نام سے ایک نظم لکھی جس میں اہلِ تشیع کے عقائد بیان کیے گئے ہیں۔ "مسدس شفق" ایک ہندو شاعر منشی پرشاد شفق نے کان پور سے ۱۹۱۰ء میں شائع کرائی۔اس کے علاوہ مرزا عزیز الدین غازی پوری کی "مسدس عزیز"،لالہ کیداری لال نربھے رام کی"مسدس نربھے پرکاش" اور "ذخر المعارف تذکرۃ العلوم مع عوالی" از مولانا قاضی محمد فاروق چڑیاکوٹی قابل ذکر ہیں۔ ان نظموں کی اشاعت اس بات کا ثبوت ہے کہ حالیؔ کی مسدس نے کتنے گہرے اثرات چھوڑے ہیں۔ یہ مسدس کا وہ ردِ عمل ہے جو فکرِ حالیؔ کی مخالف سمت کا آئینہ دار ہے۔اس کے مقابلے میں ایک دوسرا زاویہ تقلیدی بھی ہے؛ جس کے تحت ایسی کئی مسدس لکھیں گئیں جن میں حالیؔ کی طرح مقصدی شاعری تخلیق کی گئی۔ ذیل میں اس دوسرے زاویے سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

مولانا شبلیؔ حالی کے معاصر تھے؛ انھوں نے حالیؔ کی کئی زاویوں سے تقلید کی جن میں نثری اسلوب کا تتبع، مقصدی شاعری اور مشترکہ تنقیدی عناصر شامل ہیں۔ مدوجزرِ اسلام کی اشاعت کے بعد شبلی نے بھی حالیؔ کی تقلید میں قومی، اصلاحی، تعلیمی اور سیاسی نظمیں تخلیق کیں۔ جن میں "قومی مسدس"یعنی "تماشائے عبرت" خالصتاً حالیؔ کے مسدس سے متاثر ہونے کا نتیجہ ہے جو شبلیؔ نے سر سید کے قومی تھیٹر علی گڑھ میں پر درد لہجے میں پڑھی؛ کہتے ہیں:

مہ دوشیر از و صفاہاں کے وہ زیبا منظر　　　بیتِ حمرا کے وہ ایوان وہ دیوار وہ دَر

مصر و غرناطہ و بغداد کا ایک ایک پتھر　　　اور وہ دہلی مرحوم کے بوسیدہ کھنڈر

ان کے ذرّوں میں چمکتے ہیں وہ جو اب تک

داستانیں انھیں سب یاد ہیں از بر اب تک (۱۳)

اسی طرح جب بلقان کی ریاستوں اور اٹلی نے ترکوں پر حملہ کیا تو ترکوں کی امداد کے لیے مسلمانانِ برصغیر نے چندہ جمع کیا۔ مولانا شبلیؔ نے بھی اس واقعے سے متاثر ہو کر ایک نظم "شہر آشوب اسلام" لکھی جو رفاہِ عام لکھنؤ کے جلسے میں پڑھی گئی۔ عنوان اور موضوع کے اعتبار سے یہ نظم بھی مسدس کی تقلید کی ایک اور مثال ہے۔

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

اسماعیل میرٹھی کی نظم "قصیدۂ جریدۂ عبرت" یکم نومبر ۱۸۸۵ء کو شائع ہوئی۔ اس نظم میں اسماعیلؔ میرٹھی نے حالیؔ کی طرح قوم کے کئی طبقات پر تنقید کی ہے جس میں شعرا، علما، معلّمین، اطبا، دین دار، مشائخ اور عوام شامل ہیں۔ اس نظم کی ترتیب میں اسماعیلؔ نے "مسدسِ حالی" کو پیشِ نظر رکھا ہے۔ قوم کے مختلف طبقات کی حالتِ زار بیان کرنے کے بعد اسماعیلؔ ان کو جھنجھوڑتے ہیں اور آخر میں رب العزت کے حضور دعا کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کی حالت پر رحم فرمائے۔ اسی طرح ۱۸۸۹ء میں انھی کی ایک اور نظم "آثار سلف" بھی قلعۂ اکبر آباد کے جاہ و جلال کا ذکر کرتی نظر آتی ہے اور مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ کی یاد تازہ کر دیتی ہے۔ نوابِ محسن الملک کی فرمائش پر اکبرؔ الٰہ آبادی نے مسدس حالیؔ کی طرز پر ایک قومی نظم بھی لکھی جس میں مسلمان قوم کے لیے پند و نصائح ہیں:

وہ باتیں جن سے قومیں ہو رہی نام ور سیکھو　　اٹھو تہذیب سیکھو، صنعتیں سیکھو، ہنر سیکھو

بڑھاؤ تجربے اطرافِ دنیا میں سفر سیکھو　　خواصِ خشک و تر سیکھو، علوم بحر و بر سیکھو

خدا کے واسطے اے نوجوانو! ہوش میں آؤ

دلوں میں اپنے غیرت کو جگہ دو جوش میں آؤ(۱۴)

حالیؔ نے جس قومی شاعری کا آغاز کیا تھا؛ اس کو بام عروج پر پہنچانے کا سہرا علامہ اقبال کے سر ہے۔ علامہ اقبال نے حالیؔ کی مسدس سے متاثر ہو کر "شکوہ" اور "جواب شکوہ" جیسی شاہ کار نظمیں تخلیق کیں۔ دونوں نظموں کے موضوعات وہی ہیں جو حالیؔ کے ہاں پہلے سے موجود ہیں مگر اقبال کی ان نظموں کا تاثر امید اور عمل سے عبارت ہے۔ موضوعات کے علاوہ اقبال نے تشبیہات ،استعارات اور علائم کا وسیع ذخیرہ بھی حالیؔ سے لیا ہے۔ شقؔ قدوائی بھی حالیؔ کی قومی شاعری سے بھی متاثر ہوئے۔ "مسدسِ حالی" کی طرز پر انھوں نے بھی ایک طویل نظم "لیل و نہار" لکھی جو ۱۸۸۹ء کی محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس میں پڑھی گئی۔ ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی لکھتے ہیں:

> "سرسید اور ان کے رفقا کی کوششوں سے ہندوستانی مسلمان اپنی اصلاح و فلاح کے مسائل کی طرف متوجہ ہو رہے تھے۔ ظاہر ہے کہ اس کا اثر امیرؔ سے زیادہ شقؔ پر ہوا ہو گا اور اس کی شہادت ان کے مشہور مسدس لیل و نہار سے ملتی ہے جس کو انھوں نے خود مسلم ایجوکیشنل کانفرنس علی گڑھ کے ایک اجلاس میں پڑھا تھا، یہ مسدس بالکل مولانا حالیؔ کے انداز میں ہے۔"(۱۵)

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

چکبستؔ بھی اصلاحی تحریک کے علم برداروں میں سے ہیں۔ حالیؔ کی طرح انھوں نے بھی اپنی قوم کے مختلف طبقات کی تباہی کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے۔ "مرقعِ عبرت" جو کہ مسدس کی ہیئت میں ہے؛ میں کہتے ہیں:

عبرت نہیں دیتا انھیں نیرنگ زمانہ عمر ان کی فقط لہو و لعب کا ہے فسانہ

تعلیم کہاں اور کہاں صحبتِ دانا بس پیشِ نظر رہتا ہے آئینہ و شانہ

گر رُخ پر لگے موئے پریشان پہ نظر ہے

اک شغل یہی ان کے لیے شام و سحر ہے

مفلس ہیں مگر خبط امیروں سے سوا ہیں اچھے یہ اسیر قفس حرص و ہوا ہیں

ناموس کے طالب ہیں نہ پابندِ حیا ہیں سیرت سے غرض کچھ نہیں صورت پہ فدا ہیں

پروا نہیں مانگے کا اگر جامۂ تن ہو

سودا ہے تو یہ ہے کہ نہ دامن پہ شکن ہو (۱۶)

چکبستؔ کی شاعری میں حبّ وطن، قوم کی محبت، تاریخی واقعات، مناظر اور مذہبی عقائد اہم موضوعات ہیں۔ ان میں سے سب سے زیادہ قوی موضوع "حبّ وطن" ہے۔ حبّ وطن پر ان کی نظموں میں: خاکِ ہند، وطن کا راگ، ہمارا وطن، آوازۂ قوم، قوم کے سورماؤں کو الوداع، مسز بسنت کی خدمت میں قوم کا پیغامِ وفا، ہم ہوں گے عیش ہو گا اور ہوم رول ہو گا، فریادِ قوم اور قومی مسدس شامل ہیں۔ چکبستؔ نے اکثر نظموں میں مسدس کی ہیئت کو استعمال کیا ہے۔

حفیظ کی طویل نظم "شاہ نامہ اسلام"، "مسدس حالی" سے متاثر ہو کر لکھی گئی ہے۔ احسان دانش کی تخلیقات میں بھی حالیؔ کی مسدس کی طرح "دارین" کے نام سے ایک طویل نظم مسدس کی ہیئت میں ملتی ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ کی عظمت، مسلمان قوم کی زوال پذیری، مسلم معاشرے کی برائیوں اور خرابیوں کو موضوع بنایا گیا ہے۔ "دارین" کے آخری حصّے کے یہ ٹکڑے ملاحظہ ہوں جو مسدّس حالیؔ کی یاد دلاتے نظر آتے ہیں:

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

حج حرم کو عرس کا میلہ سمجھ لیا خیرات کو مصارف بے جا سمجھ لیا

سجدوں کو شرم ناک تماشا سمجھ لیا حیران ہوں کہ تم نے کسے کیا سمجھ لیا

رقص و غنا نے اور مہمیز کر دیا

پستی کی سمت تم نے قدم تیز کر دیا(۱۷)

مجید امجد بھی حالیؔ سے متاثر تھے جس کی گواہی ان کی نظم "حالی" ہے جو مسدس کی ہیئت میں لکھی گئی ہے۔ مدوجزر اسلام کے اردو شاعری پر اثرات کا ایک اجمالی جائزہ تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حالیؔ نے امتِ مسلمہ کا جو مرثیہ نظم کیا تھا؛ اس نے شعرا کو اس ملی موضوع کی طرف تیزی سے راغب کیا اور یوں مسلمانانِ برعظیم میں امید، بیداری، عمل اور جذبہء حریت بیدار ہوا۔ حالیؔ کی یہ نظم آج بھی اپنے آفاقی موضوع کے اعتبار سے معنویت کی حامل ہے۔ اس کی مقبولیت اور شہرت آج بھی اتنی ہے؛ جتنی اس عہد میں تھی جب یہ تخلیق ہوئی۔ تعلیمی اداروں میں بہ طور نصاب شامل ہے۔ اس کے علاوہ پاکستان میں مختلف واقعات کے موقع پر اس کے اشعار کو اکثر پڑھا جاتا ہے اور الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا میں آج بھی اس کے اشعار اس کی آفاقیت کی گواہی دیتے نظر آتے ہیں۔ خاص طور پر دہشت گردی کے ماحول میں اس کے درج ذیل اشعار آج بھی زبانِ زدِ عام ہیں؛

اے خاصہ خاصانِ رسل وقتِ دعا ہے امت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے

جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے(۱۸)

اس آفاقی نظم سے مسلمانانِ برعظیم نے جو ہمت، قوت اور جذبہ حاصل کیا تھا؛ اس کا نتیجہ آزادی کی صورت ہاتھ آیا۔ آزادی کے بعد اس قوم نے وہ سبق پھر بلا دیا جو حالیؔ نے یاد دلایا تھا۔ سستی، کاہلی، فرائض سے غفلت اور رسوم ورواج میں الجھ کر دین کے اصل راستے کو پھر سے گم کر بیٹھے ہیں۔ جس کا نتیجہ آج وہی حالات کی صورت نظر آ رہا ہے جو اس وقت ہمیں درپیش تھا۔ مسدس حالیؔ کے صدی ایڈیشن کی اشاعت پر سید سلیمان ندوی نے لکھا تھا:

"اس مسدس کی تالیف پر نصف صدی سے زیادہ گزر چکی ہے مگر اس کے اثر کی تازگی کا اب بھی وہی عالم ہے۔ امید ہے صدیوں پر صدیاں گزرتی چلی جائیں گی لیکن ان اوراق پر سچائی اور اخلاصِ ملت کی تاثیر

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

سے کہنگی نہ آئے گی۔ یہ خود حیات جاوید پائے گی اور اپنے مصنف کو حیات جاوید بخشے گی اور جیسے اس دنیا
ئے فانی میں وہ اس کی شہرت کا سبب بنی؛ اس دنیائے باقی میں بھی اس کی مغفرت کا سامان بنے گی۔"(۱۹)

اس نظم نے جہاں مسلمانوں میں ذوقِ عمل بیدار کیا تھا؛ وہاں اس نے شعرا اور ادبا کو اپنی صلاحیتوں کو اک نیا رخ دینے میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ شعرا اور ادبا نے زلف و کاکل کے قصوں کی بجائے اب ملک و ملت کی فلاح و بہتری کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ اس طرح مسدس حالی قومی و ملی شاعری کا منشور قرار پائی۔ امت مسلمہ آج بھی انھی حالات کا شکار ہے جو عہدِ حالی کے وقت تھی۔ زندگی کا ہر شعبہ زبوں حالی کا شکار ہے۔ امت مسلمہ آج بھی اپنے اعمال و افعال کی طرف نگاہ کرے اور ان کی اصلاح کا خاطر خواہ اہتمام کرے تو وہ اس زوال آمادہ صورت حال سے نکل سکتی ہے۔ اس کے لیے قوم کے ہر فرد اور ہر طبقے کو اپنی حالت زار پر غور و فکر کرنا ہو گا اور غور و فکر کے بعد اس پر صدقِ دل سے عمل کرنا ہو گا تا کہ دوبارہ سے اس عروج کی طرف گامزن ہو سکیں جو ہم نے اپنی بے عملی، سستی اور کاہلی کی بدولت گنوا دیا تھا۔ اسی عروج کی طرف حالیؔ بلاتے ہوئے پروردگار کے حضور عرض کرتے ہیں:

انھیں کل کی فکر آج کرنی سکھا دے ذرا ان کی آنکھوں سے پردہ اٹھا دے

کہیں گاہِ بازیِ دوراں دکھا دے جو ہونا ہے کل، آج ان کو سجھا دے

چھتیں پاٹ لیں تا کہ باراں سے پہلے

سفینہ بنا رکھیں طوفاں سے پہلے (۲۰)

اس لازوال نظم نے مسلمانانِ عالم کے زوال کی درست تشخیص کی اور اس کا علاج بھی بتایا۔ سر سید تحریک کے سر پر مغربی تہذیب اس طرح سوار ہو چکی تھی کہ وہ اس تہذیب کی چکاچوند سے خود بھی مستفید ہونا چاہتے تھے اور مسلمانانِ برعظیم کو بھی اس کا خوگر بنانا چاہتے تھے مگر حالیؔ نے اس نقطہ نظر سے اختلاف کرتے ہوئے اس نظم کے ذریعے یہ باور کرایا کہ اب بھی مسلمانانِ عالم کے لیے اگر کوئی جائے پناہ ہے تو وہ ہادی اسلام کی پیروی میں ہے۔ اسی راستے پر چل کر وہ عروج دوبارہ حاصل کیا جا سکتا ہے جس کو قوم بھلا بیٹھی ہے اور یہ بھی باور کرایا کہ قوم کی اصلاح اور فلاح و بہبود مغرب کی اندھا دھند تقلید میں نہیں بل کہ اسلام کے سنہری اصولوں پر عمل کرنے میں ہے۔ جیلانی کامران لکھتے ہیں:

"یہ نظم ہماری تہذیب کو ناپنے کا ایک ذریعہ ہے، کیوں کہ اس نظم کے ساتھ موجودہ زمانے میں مسلمانوں کے تہذیبی سفر کا آغاز نظر آتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ سوال بھی اس تہذیب نے اپنی ذمہ داریوں کو کہاں تک پورا کیا ہے۔ اس نظم کے حوالے سے پوچھا جا سکتا ہے۔ جب تک ہم اس نظم کو تہذیبی پس منظر میں رکھ کر اپنے تہذیبی سفر کو معانی اور مقاصد دیتے رہیں گے، ہمیں یہ نظر آتا رہے گا کہ ہم نے دورِ حاضر میں کہاں تک اپنے مسخ شدہ عکس سے رہائی حاصل کی ہے؟ اور کہاں تک ہمارے گناہوں اور انسانیت سے ہماری غداری کا پیر تسمہ پا گردن اور ہماری تقدیر کے شانے سے نیچے اتر چکا ہے۔"(۲۱)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ "مسدس حالی" اردو شاعری کا وہ لازوال نظم ہے جس نے نہ صرف اردو شاعری کا رخ موڑنے میں اہم اور بنیادی کردار ادا کیا بلکہ مسلمانانِ برعظیم کو عمل، امید اور روشنی عطا کی۔ اس کی اہمیت جیسے اس وقت تھی؛ ویسے ہی آج بھی ہے؛ کیوں کہ یہ ایک آفاقی نظم ہے۔

حوالہ جات

۱۔ مولانا الطاف حسین حالی، کلیات نظم حالیؔ، مرتبہ ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی، لاہور: مجلس ترقی اد، جلد اول، جولائی ۱۹۶۸ء، ص:۱۰

۲۔ ایضاً، ص:۱۱

۳۔ عبد القیوم، ڈاکٹر، حالی کی اردو نثر نگاری، لاہور: مجلس ترقی ادب، اشاعت اول، دسمبر ۱۹۶۴، ص:۵۶

۴۔ افضل حق قرشی، حیات حالی ماہ سال کے آئینے میں مشمولہ مجلہ صحیفہ، لاہور؛ مجلس ترقی ادب، حالی نمبر، جنوری تا جون ۲۰۱۵ء، ص:۱۳

۵۔ سر سید کا خط بہ نام حالیؔ، مشمولہ مسدس حالی، مرتبہ ڈاکٹر تقی عابدی، جہلم: بک کارنر، نومبر ۲۰۱۵ء، ص:۱۴

۶۔ رام بابو سکسینہ، تاریخ ادب اردو، لاہور: گلوب پبلشرز، ص:۵۳۷

۷۔ ایضاً، ص:۵۳۷

۸۔ مولانا الطاف حسین حالیؔ، کلیات نظم حالی، جلد دوم، ص:۵۸

۹۔ مولانا الطاف حسین حالیؔ، مسدس حالی، مرتبہ ڈاکٹر تقی عابدی، ص:۱۶۱۔۱۶۲

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

۱۰۔ ایضاً، ص:۱۶۳

۱۱۔ ایضاً، ص:۱۶۵

۱۲۔ معین احسن جذبی، حالی اور سماجی اصلاحات، مشمولہ صحیفہ، حالی نمبر، ص:۵۷۸

۱۳۔ مولانا شبلی نعمانی، کلیات شبلی، مرتبہ سید سلیمان ندوی، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن،، طبو اول، ۱۹۸۹ء، ص:۴۳

۱۴۔ اکبر الہ آبادی، کلیات اکبر، جلد اول، ص:۳۱۸

۱۵۔ ابو اللیث صدیقی، لکھنؤ کا دبستانِ شاعری، جلد دوم، لاہور بک ٹاک، ۲۰۱۷ء، ص:۲۵۵۔۲۵۶

۱۶۔ چکبست، صبح وطن، لکھنو؛ نامی پریس، دسمبر ۱۹۸۵ء ص:۲۱۱

۱۷۔ احسان دانش، دارین، لاہور؛ دانش اکادمی، ۱۹۷۴ء، ص:۵۵۔۸۰

۱۸۔ مولانا الطاف حسین حالیؔ، مسدس حالی، مرتبہ ڈاکٹر تقی عابدی، ص:۲۶۱

۱۹۔ سید سلیمان ندوی، مقدمہ، مشمولہ مسدس حالیؔ، صدی ایڈیشن، ص:۱۲۱

۲۰۔ مولانا الطاف حسین حالیؔ، مسدس حالی، مرتبہ ڈاکٹر تقی عابدی، ص:۱۲۳

۲۱۔ جیلانی کامران، حالی اور مسدس مدوجزر اسلام، مشمولہ صحیفہ، حالی نمبر، ص:۳۵۲